عصر حاضر میں توہین رسالت ﷺ کے قوانین: عمل درآمد کی ضرورت، صورتیں اور عملی تدابیر

Laws of blasphemy in Modern Times; Need for implementation, cases and practical measures

Ghulam Mustafa
PhD Scholar Department of Fiqh and Sharia
The Islamia University of Bahawalpur
Email: minqilabi123@gmail.com
Dr Zia Ullah
Post Doc fellow IRI IIUI
Email: zia.siddiqi84@gmail.com
Dr. Sajjad Ahmed
Assistant Professor Institute of Islamic Studies
Mirpur university of science and technology Mirpur AJK
Email: sajjad.iis@must.edu.pk

ABSTRACT

Blasphemy against the revered personality of Prophet Muhammad (peace be upon him) is an act of disobedience. To address such actions, it is necessary to have appropriate laws in place. In line with this, many Muslim countries, including Pakistan, have implemented laws to safeguard the honor of Prophet Muhammad (peace be upon him). These laws have been incorporated into the constitution of Pakistan. As per these laws, no individual is allowed to engage in blasphemy towards the Prophet Muhammad (peace be upon him), and those found guilty will face legal consequences, which are considered a grave offense based on Islamic principles. In the present era, there are instances of blasphemy occurring in different countries, and it is the duty of Muslims to prevent and condemn such acts. Hence, it is vital to effectively enforce the existing laws to minimize instances of blasphemy and to ensure that no one dares to use derogatory language against the esteemed personality of Prophet Muhammad (peace be upon him). The subsequent article provides a comprehensive overview of these issues.

Keywords: The Blasphemy Law, Muhammad (peace be upon him) as an Authority, Pakistan's Blasphemy Law, Protection of the Honor of the Prophet Muhammad (peace be upon him) as a part of faith

اسلام آزادی رائے کا علمبر دار ہے وہ اختلاف اور تنقید کی حوصلہ افزائی کرتا ہے کیونکہ حقیقت تک رسائی اس کے بغیر ممکن نہیں مگر کسی کی بھی توہین و تذلیل اور استہزاء کی اجازت نہیں دیتا۔ حتی کہ اسلام کے بنیادی عقیدہ توحید کو ثابت کرنے کے لیے بتوں اور معبودان باطلہ کو بھی برا بھلا کہنے سے منع کرتا ہے۔ قرآن حکیم میں ہے۔

"[illegible]"[1]

اور انہیں گالیاں نہ دو جنہیں یہ اللہ کے سوا پکارتے ہیں، کہیں یہ لوگ حد سے تجاوز کر کے اپنی جہالت کی بناء پر اللہ کو برا بھلا کہنے لگیں

گالیوں پر وہ اترتا ہے جن کے پاس دلیل نہ ہو اور سچائی پر مبنی مذہب کے پاس ٹھوس دلائل کی کوئی کمی نہیں۔ اسلامی تعلیمات، قرآن حکیم اور فرامین نبوی پر ہر دور میں اعتراضات ہوتے رہے مگر مسلمانوں نے ان کی باتوں پر جذباتی ہونے کے بجائے دلیل و منطق سے جواب دیا۔ آزادی اظہار رائے کی آڑ میں توہین رسالت اور توہین مذہب انتہائی سنگین جرم ہے جس کے سدباب کے لیے نہ صرف عالمی سطح پر قانون سازی ضروری ہے بلکہ ملکی سطح پر بھی ثبوت جرم کے بعد قوانین کو نافذ کرنے کی ضرورت ہے تاکہ قانون ہاتھ میں لینے کے رجحان کی حوصلہ شکنی ہو سکے۔ توہین رسالت و مذہب کے مجرموں کا تحفظ، مغربی دنیا میں سیاسی پناہ اور خصوصی پروٹوکول عوامی جذبات میں اشتعال پیدا کرنے کا ایک اہم سبب ہے جس کی طرف حکومتوں کو مناسب توجہ دینی چاہیئے جو کہ پوری دنیا میں پر امن بقائے باہمی کے لیے ضروری ہے۔

اسی حوالے سے از کیا ہاشمی لکھتے ہیں:

"توہین رسالت کے حوالے سے مغربی رویے نہ صرف باہمی منافرت اور تعصب میں اضافہ کر رہے ہیں بلکہ یہ زہر ہمیں تہذیبوں کے تصادم کی طرف بھی لے جا رہا ہے۔ ایک طرف ڈائیلاگ اور مکالمہ کی بات اور دوسری طرف آزادی اظہار کے عنوان سے توہین کی کھلی اجازت اور ایسے اشخاص کی حوصلہ افزائی دراصل وہ منافقانہ رویہ ہے جو اصلاح طلب ہے۔ اسلامی تعلیمات تمام مذاہب اور مقدسات کے احترام کی تعلیم دیتی ہیں اس حوالے سے نہ صرف ملکی سطح پر بلکہ عالمی سطح پر ضروری قانون سازی کی ضرورت ہے۔ اقوام متحدہ کے بنیادی چارٹر کا بھی تقاضا ہے کہ تمام مذاہب اور انبیاء کی حرمت کے تحفظ کے لیے بین الاقوامی قوانین بنائے جائیں اور ان پر عملدرآمد کو یقینی بنایا جائے۔"[2]

قوانین توہین رسالت کی ضرورت

قوانین توہین پر عمل درآمد کرنا ضروری ہے تاکہ اس بارے میں ہر کوئی محتاط رہے۔ اس کے متعلق محمد اسماعیل قریشی ایڈووکیٹ لکھتے ہیں:

"اسلام میں توہین رسالت ناقابل معافی جرم ہے اور اس کے مرتکبین کو دنیا اور آخرت میں ملعون قرار دیا گیا ہے اور عذاب کی وعید سنائی گئی ہے۔ ملکی قوانین میں توہین رسالت کی سزا موت ہے۔ مختلف اہل علم کی رائے کے

مطابق یہ سزا دراصل ایک تعزیری سزا ہے جس میں جرم کی نوعیت، اس کے اثرات، مجرم کی حیثیت اور سزا کے ممکنہ سیاسی سماجی اثرات کے لحاظ سے اس میں کمی بیشی کی گنجائش ہو سکتی ہے اور اس حوالے سے یہ تجویز بھی بہت اہم ہے کہ الزام غلط ثابت ہونے کی صورت میں الزام لگانے والا بھی مستوجب سزا ہونا چاہئے جس کے لیے مناسب قانون سازی کی جا سکتی ہے۔ تاکہ نہ صرف بے گناہ سزا کی بھینٹ چڑھنے سے بچ سکیں بلکہ غلط الزام لگانے والوں کی بھی حوصلہ شکنی ہو سکے۔ اس قسم کے الزامات چاہے وہ مسلمانوں کے خلاف ہوں یا غیر مسلموں کے خلاف ان کی منصفانہ تحقیق ہر قسم کے مذہبی اور مسلکی تعصبات سے بالاتر ہو کر کرنا ضروری ہے۔ بدقسمتی سے توہین رسالت پر سزا کا مسئلہ اس وقت مغرب اور اس سے متاثرہ افراد و طبقات کے لیے قابل قبول نہیں مگر وہ اس کی مخالفت میں قانون کے غلط اور جانبدارانہ استعمال کا حوالہ دیتے ہیں۔ جب کہ ہمارے مذہبی اور معاشرتی رویے بالعموم ان کے موقف کو جواز فراہم کر رہے ہیں جن کی طرف خصوصی توجہ کی ضرورت ہے"۔[3]

رسول رحمتؐ تو رحمت و عافیت کا وہ میٹھا اور ٹھنڈا جھرنا ہیں جو جنم جنم کے پیاسوں کی پیاس بجھاتا اور ان کی نسلوں کو سیراب کرتا چلا جاتا ہے۔ اس کی پاک تعلیمات نے تو دنیا کے سنوارنے اور نکھارنے میں ایسا اعلیٰ کردار ادا کیا کہ یگانے اور بیگانے یکساں جھوم جھوم اٹھے۔ دنیا کی تمام اقوام کے انصاف پسند اور غیر متعصب مفکرین نے پیارے رسول ﷺ کو اپنے اپنے انداز میں (اور بعض نے مسلمانوں سے بھی بڑھ کر) نذرانہ عقیدت پیش کیا لیکن چند ازلی بدبخت و سیاہ باطن ہیں جو انسانیت کے محسن اعظمؐ اور دنیا پر مجسم رحمتؐ کے حضور گستاخی کے مرتکب ہوتے ہیں۔ محمد خالد متین لکھتے ہیں:

"یہ تو درحقیقت ہم مسلمانوں کی غیرت کا امتحان ہوتا ہے کہ ہم کس قدر مضطرب و بے قرار ہو پاتے ہیں۔ ازلی بدبخت و سیاہ باطن، سازش در سازش کرتے چلے جا رہے ہیں کہ کسی طور مسلمانوں کے تن سے "روح محمد ﷺ" کو نکال دیں۔ اسی خاطر چند سال قبل انہوں نے ڈنمارک کے ایک چیتھڑے اخبار میں پیارے رسولؐ کے خاکے اڑانے کی جسارت کی، پھر ناروے کے بدباطنوں نے یہی بھیانک چال چلی، دنیا بھر کے مسلمان تڑپ اٹھے، سر ہتھیلیوں پر لئے دیوانہ وار میدان میں نکل پڑے، جگہ جگہ اپنے خون کے نذرانے دے کر ناموس رسالت سے اپنے تعلق کی گواہی دی۔ امت مسلمہ، عوامی حیثیت میں تو سراپا احتجاج رہی مگر حکمران مصلحتوں کا شکار بنے رہے۔ اگر اس وقت مسلم حکومتیں بھرپور اقدام کرتیں اور "گربہ کشتن روزِ اول" کے مصداق ڈنمارک ناروے کی ناک مٹی میں رگڑ دیتیں تو نہ کسی امریکی ویب سائٹ "فیس بک" پر کسی اور کو خاکوں کے توہین آمیز مقابلے کی جرأت ہوتی اور نہ کسی بدباطن کو ناروا فلم بنانے کی"۔[4]

رسول اللہ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّم کا گستاخانہ کو سزا کا حکم:

اس میں کوئی شک نہیں کہ پیارے رسولؐ کی شانِ اقدس میں گستاخی کرنے والا آخرت میں دردناک اور سخت عذاب کا سامنا کرنے کے علاوہ اس دنیا میں بھی قابلِ گردن زدنی ہے۔ نبی رحمتؐ نے خود اپنے اور اسلام کے بے شمار دشمنوں کو (خصوصاً فتح مکہ کے موقع پر) معاف فرمادیا لیکن چند بدبختوں کے بارے میں فرمایا:

"اگر وہ کعبہ کے پردوں سے چمٹے ہوئے بھی ملیں تو بھی انہیں واصلِ جہنم کر دیا جائے۔"[5]

یہ حکم (نعوذ باللہ) آپؐ کی ذاتی انتقام پسندی کی وجہ سے نہ تھا کہ آپؐ کے بارے میں تو صحابہ کرامؓ کی گواہی موجود ہے کہ آپؐ نے کبھی کسی سے ذاتی انتقام نہیں لیا۔ پروفیسر ثریا بتول لکھتی ہیں:

"یہ حکم اس لئے تھا کہ ناموسِ رسالتؐ میں گستاخی کی جسارت کرنے والا، دوسروں کے دل سے رسول اللہ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّم کی عزت و توقیر گھٹانے کی کوشش اور ان میں کفر و نفاق کے بیج بونے کی سازش کرتا ہے۔ اس لئے کسی گستاخی کو "تہذیب و مصلحت" کے نام پر برداشت کر لینا، اپنے ایمان سے ہاتھ دھونا اور دوسروں کے ایمان چھن جانے کا راستہ ہموار کرنے کے مترادف ہے۔ ذاتِ رسالت مآبؐ چونکہ ہر زمانے کے مسلم معاشرے کا مرکز و محور ہے اس لئے جو زبان آپؐ پر طعن کے لئے کھلتی ہے اگر اسے کاٹا نہ جائے اور جو قلم آپؐ کی گستاخی کے لئے اٹھتا ہے اگر اسے توڑا نہ جائے تو اسلامی معاشرہ اعتقادی و عملی فساد کا شکار ہو کر رہ جائے گا۔ پیارے رسول صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّم کی شانِ اقدس میں گستاخی کرنے والا ساری امت کو گالی دینے اور ہمارے ایمان کی جڑ کاٹنے کی کوشش کرتا ہے اور ہمیں ذہنی و قلبی تکلیف میں مبتلا کر دیتا ہے۔ مسلمانوں کے ایمان اور غیرت کو بچانے کے لئے ایسے گستاخوں کی سزا صرف ان کا خاتمہ ہی ہے"۔[6]

مسلمانوں کی دل آزاری:

گستاخانِ رسالت گاہے گاہے کائنات کی سب سے عظیم و افضل ہستی کی شانِ اقدس میں گستاخی کی جسارت کر کے دنیا میں سب سے زیادہ بسنے والے مسلمانوں کی دل آزاری کرتے ہیں اور پھر اس کو "آزادیٔ اظہار رائے" کے نام پر جاری رکھنے پر اصرار بھی کرتے ہیں حالانکہ رائے کی آزادی اور کسی کی دل آزاری میں زمین و آسمان کا فرق ہے۔ اسی بات کو محمد متین خالد "ناموس رسالت صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّم کے خلاف مغرب کی شر انگیزیاں" میں لکھتے ہیں:

"دنیا کے کسی معاشرے میں رائے کے اظہار کی ایسی آزادی نہیں کہ جس کی چاہا عزت خاک میں ملادی اور جس کے چاہا دل کے پرخچے اڑا دیئے۔ ہر معاشرے نے اپنے اپنے حالات کے مطابق اظہار رائے کی حدود مقرر کی ہیں۔ حقائق تک کو بیان کرنے کے لیے بھی حدود و قیود پائی جاتی ہیں۔ مثلاً یورپ و امریکہ میں بھی جہاں فحاشی و عریانی

عروج پر ہے، بچوں میں جنسی ہیجان پیدا کرنے والی فحش نگاری، مذہبی و نسلی منافرت پھیلانے والی تحاریر و تقاریر پر پابندی ہے۔ آسٹریا، بیلجیئم، فرانس، جرمنی، اسرائیل، ایتھوپیا، پولینڈ، رومانیہ، چیکوسلواکیہ، سوئٹزرلینڈ وغیرہ میں عالمی جنگوں کی تباہی کے انکار کو فوجداری جرم قرار دیا گیا ہے۔ یورپ کے اکثر ممالک میں "ہولوکاسٹ" کے انکار بلکہ اس کے بارے میں یہ تک کہنے کی اجازت نہیں کہ "اس میں ہلاک شدہ یہودیوں کی تعداد مبالغہ آمیز ہے"۔[7]

اظہار رائے کی آزادی اور اہانت کے قوانین:

اظہار رائے کی آزادی کی بات کرنے والے یورپ و امریکہ کی اپنی حالت یہ ہے کہ "وہاں بھی کوئی کھل کر ان کے دستور، اقتدار اعلیٰ یا پالیسیوں پر بات نہیں کر سکتا۔ صرف یورپ و امریکہ کیا پوری دنیا میں ہتک عزت، توہین عدالت کے قوانین موجود ہیں۔ دنیا کے ہر ملک میں وہاں کے دستور یا اقتدار اعلیٰ سے بغاوت یا باغیانہ اظہار رائے کو سنگین جرم قرار دیا گیا ہے اور مجرموں کے لئے موت تک کی سزا موجود ہے۔ اسی طرح مقدس ہستیوں، مقدس مقامات اور مقدس اشیاء کی توہین پر سزا کا قانون بھی اکثر (بلکہ تمام) ممالک میں موجود ہے۔ انسائیکلوپیڈیا بریٹانیکا کے مطابق:

"اکثر ممالک میں بلاس فیمی لاء ایک لفظ موجود ہے۔ خصوصاً آسمانی صحائف اور آسمانی ادیان سے تعلق رکھنے والی اقوام میں انبیاء و رسلؑ کی توہین قابل سزا جرم ہے۔ قدیم ایران میں تین قسم کے جرم تھے: (۱) خدا کے خلاف، (2) بادشاہ کے خلاف، (۳) انسانوں کے ایک دوسرے کے خلاف"۔[8]

چین جہاں آج کل کوئی دینی و مذہبی جماعت نہیں، وہاں بھی مہاتما بدھ کے مجسمے کی توہین، فوجداری جرم ہے۔ ام عبد منیب لکھتی ہیں:

"29 مارچ 1990ء کو چین کے صوبے سی چوان میں وانگ ہونگ 'نامی شخص کو جس نے اپنے ساتھیوں کے ساتھ مہاتما بدھ کے مجسمے کا سر کاٹا تھا، سزائے موت سنائی گئی تھی۔ افغانستان میں طالبان نے بدھ کے مجسمے کو گرایا تو یورپ و امریکہ نے کتنا شور مچایا تھا؟؟ یہودیوں کے ہاں خدا، رسولؑ، یوم سبت اور ہیکل کی توہین جرم تھی اور ہے۔ حضرت عیسیٰ علیہ السلام پر سردار کاہن نے اسی طرح کا الزام لگا کر پھانسی کی سزا کا مطالبہ کیا تھا"۔[9]

انسائیکلوپیڈیا آف ریلیجین میں ہے:

"انبیاءؑ اور ان کے ساتھیوں کی توہین کرنے والے کی سزا موت ہے۔"[10]

گستاخی کو روکنے کی کوشش کرنی چاہیے:

دنیا میں جہاں بھی مذہب اپنے زندہ شعور کے ساتھ موجود ہے، وہاں اس مذہب کے بانیان و مقتدا کی توہین پر کڑی سے کڑی سزائیں رکھی گئی ہیں۔ البتہ اگر کسی جگہ عیاشی ہی کو بطور مذہب اپنا لیا جائے تو سوچ کے دھارے

بدل جائیں گے اور وہاں کے مردہ ضمیر "آزادیٔ رائے" کے نام پر سب کچھ سہہ جاتے اور قبول کرلیتے ہیں۔ حالاں کہ جہاں جس کو روک سکتے ہو اسے روکنے کی کوشش کرو، قرآن پاک ہمیں بتاتا ہے کہ "نمرود کے دور میں حضرت ابراہیمؑ نے اپنے باپ آذر سے بتوں کے بارے میں جب کہا:

"[illegible]"[11]

"اے میرے باپ! آپ ان کو پوجتے ہیں، میں آپ اور آپ کی قوم کو کھلی گم راہی میں دیکھتا ہوں؟

ان تمام کے باوجود گستاخان رسالت، مسلمانوں کے دل خون کر رہے ہیں اور مسلسل دل آزاری کرتے چلے جا رہے ہیں، کیوں؟؟ انسائیکلوپیڈیا آف برٹانیکا کے مطابق:

اپنے خیالات، معلومات اور آراء کا گورنمنٹ کی پابندیوں سے آزاد ہو کر اظہار کر سکنا، آزادیٔ اظہار رائے کہلائے گا کینیڈین سپریم کورٹ نے آزادیٔ رائے کے بارے میں اہم مقاصد بیان کئے کہ:

(1) جمہوریت کے فروغ کے لئے،

(2) ریاستی یا گروہی زیادتیوں کی روک تھام کے لئے،

(3) حقیقت کی تلاش کے لئے ہر فرد آواز اٹھا سکتا ہے۔[12]

انسائیکلوپیڈیا آف برٹانیکا، آزادیٔ رائے کی تعریف کے ساتھ ساتھ ہر اس گفتگو یا رائے پر پابندی کی بات کرتا ہے جو واضح حقیقی خطرے کا موجب ہو، یعنی (1) کسی پر بہتان لگایا گیا ہو، (2) فحاشی کی موجب ہو، (3) کسی پر دباؤ ڈال کر مجبور کرنے کی کوشش کی گئی ہو۔ اسی طرح اقوام متحدہ کے "اعلامیہ برائے سیاسی و سماجی حقوق" جو جنرل اسمبلی نے 1966 میں منظور کیا تھا آرٹیکل 20 تشدد کے فروغ، نسلی تعصب، مذہبی منافرت اور کسی بھی قسم کے امتیازی رویئے پر مبنی تقریر و تحریر پر پابندی کی بات کرتا ہے۔ اظہار رائے کی بے مہار اور کھلی آزادی، نسلی، گروہی، لسانی و علاقائی عصبیتوں کے فروغ اور باہمی فساد و جدال کا باعث بن سکتی ہے۔ اس کے ذریعے کسی کے عقائد اور مذہب کی تضحیک کے ذریعے قتل و غارت گری کی راہ بھی کھل سکتی ہے۔ اسی لئے تقریباً ہر جمہوری ملک میں اسے قانونی طور پر روکا گیا ہے اور قابل تعزیر جرم گردانا گیا ہے۔[13]

اسلام کی رو سے مجسمہ سازی حرام امر ہے:

یورپ و امریکہ کو اپنی تہذیب و تمدن پر بہت ناز ہے۔ ایک طرف تو پرندوں اور جانوروں کے تحفظ اور آرام کا خیال کرتے ہیں لیکن جب اسلام اور مسلمانوں کا معاملہ آجائے تو ان کے بعض شہریوں کی سوئی ہوئی حیوانیت

کیوں جاگ اٹھتی ہے؟ پیارے رسول ﷺ کی شانِ اقدس میں گستاخی کے ذریعے صرف مسلمانوں کے کلیجے کو ہاتھ ڈالنا، مضطرب کرنا اور زندگی تلخ تر بنانا ہی ان کا مقصد کیوں بن جاتا ہے؟؟ پروفیسر ثریا بتول لکھتی ہیں:

"اسلام کی رو سے تصویر بنانا ناجائز اور مجسمہ سازی حرام ہے۔ اور تصویر سازوں کے لئے زبانِ رسالت ؐ سے مختلف وعیدیں بیان ہوئی ہیں۔ ایسے ہی مجسمہ سازی بھی حرام ہے اور آج تک مسلم معاشروں کی تاریخ اس تصور سے یکسر خالی رہی ہے۔ تصویر بنانے کی اس حرمت کی مختلف وجوہات ہوسکتی ہیں، جن میں بطورِ خاص شرک کا تذکرہ کیا جاسکتا ہے۔ چونکہ نبی کریم ﷺ اور مقدس شخصیات کی تصاویر میں 'شرک کے نکتہ آغاز بننے کا یہ امکان' قوی تر ہو جاتا ہے، اس لئے عام آدمی کی تصاویر پر تو کوئی بحث مباحثہ ہو سکتا ہے لیکن متبرک شخصیات کی تصاویر کی اسلام میں کلیتاً کوئی گنجائش نہیں نکل سکتی"۔[14]

تصویر سازی کے عنصر کے علاوہ مقدس شخصیات کی تصاویر میں ایک پہلو ان پر تہمت طرازی کا بھی ہے۔ کیونکہ جب ان کی تصویر کے بارے میں کوئی یقین سے یہ نہیں کہہ سکتا کہ یہ فلاں نبیؑ کی تصویر ہے بلکہ وہ تصویر یا مجسمہ محض مصور کے ذہنی تخیل پر مبنی اور اس شخصیت کے بارے میں اس کے ذاتی احساسات و تصورات کا عکاس ہے جو ظاہر ہے کہ محض اس کے ذاتی تصور سے زیادہ کوئی واقعاتی یا مستند حیثیت نہیں رکھتا۔ ام عبد منیب لکھتی ہیں:

"اگر یہی مصور اس تصویر کو کسی اور شخصیت سے منسوب کر دے تو ناظرین کے پاس اس کو تسلیم کرنے کے سوا بھی کوئی چارہ نہیں ہو گا۔ علاوہ ازیں اسلام کا معمولی علم رکھنے والے بھی جانتے ہیں کہ نبی آخر الزمان ﷺ کی محبت مسلمانوں کے ایمان کا جز ہے، اور آپ کا ہر قول و فعل ایک شرعی حیثیت رکھتا ہے، ایسے ہی اس نبی ﷺ کی سیرت بھی آپ پر ایمان رکھنے والوں کی توجہ کا مرکز و محور اور ان کے لئے اُسوۂ حسنہ ہے۔ اس سیرت کی اتباع کرنا، ان کے تصورِ ایمان میں داخل ہے۔ ایک تصویر یا مجسمہ ایک شخصیت کا عکاس ہوتا ہے، جس میں اس شخصیت کی سیرت کے کئی پہلو جھلکتے ہیں۔ آپ کی ایسی صورت و سیرت سے محبت جو مبنی بر حقیقت نہیں بلکہ محض کسی انسان کے تخیل کی پرواز کا نتیجہ ہے، اسلامی احکام اور اُسوۂ حسنہ کے تصور میں خلل کا باعث بنے گی"۔[15]

انبیا کرامؑ کی مبارک صورتوں کو اللہ تعالیٰ نے خاص وقار عطا کیا ہے۔ اور شیطان کو بھی اس امر پر قدرت نہیں دی کہ وہ انبیا کی صورت اختیار کر سکے۔ جیسا کہ صحیح بخاری و مسلم میں نبی کریم ﷺ کا فرمان موجود ہے:

"[illegible]"[16]

جس نے مجھے خواب میں دیکھا اس نے مجھے ہی دیکھا، بے شک شیطان میری صورت اختیار نہیں کر سکتا۔

اہانتِ انبیا پر مسلم اداروں کا مشہور موقف: ہمارا یہ موقف نیا نہیں کہ غیر مسلموں کو لاعلمی کی رعایت مل سکے۔ بلکہ نہ صرف انبیاء کرام بلکہ صحابہ کرامؓ کی تصاویر اور فلموں میں اداکاری کے حوالے سے بھی عالم اسلام کے مسلمہ دینی اداروں کا موقف بھی اہل علم میں مشہور و معروف ہے۔

قوانین پر عمل درآمد کی ضرورت

تحقیق کے بعد الزام کا ثبوت:

بغیر ثبوت اور تحقیق کے کسی کے خلاف فتویٰ چاہے کفر کا ہو یا ارتداد کا، توہین مذہب کا ہو یا توہین رسالت کا ناجائز ہے اور ایسا اقدام سنگین جرم ہے۔ تکفیر کا معاملہ انتہائی نازک اور حساس ہے کیونکہ کسی مسلمان کی تکفیر کا نتیجہ اسے مباح الدم سمجھ کر واجب القتل ہونے تک پہنچا دیتا ہے۔ آدمی کو گالی دینے سے اتنی تکلیف نہیں ہوتی جتنا مذہب سے اخراج پر۔ قرآن حکیم کے مطابق جہاد کے دوران اگر دشمن بھی سلام کہہ دے تب بھی اس پر ہاتھ نہ اٹھاؤ:

"[illegible]"[17]

اے ایمان والو! جب تم اللہ کی راہ میں جہاد کرو تو تفتیش کر لیا کرو اور جو تمہیں کہے کہ وہ مسلمان ہے تو اسے یہ نہ کہو کہ تو مومن نہیں ہے۔

اسلام کی ادنیٰ نشانی ہے اگر کوئی شخص اپنے ایمان کے اظہار کے لیے سلام کر لے یا کلمہ پڑھ لے قرآن کے مطابق اس کا قتل جنگ کے ہنگامی حالات میں بھی جائز نہیں، اس دوران کسی کے اسلام کی تحقیق نہایت مشکل ہے اندیشہ ہے کہ اس سے دشمن فائدہ اٹھائے مگر اسلام یہاں بھی اسے شک کا فائدہ دیتے ہوئے ظاہر پر عمل کی تلقین کرتا ہے، یہ انسانی جان کے احترام کی آخری حد ہے۔ بلا تحقیق محض شبہ کی بناء پر کسی کو کسی قسم کا نقصان پہنچانا درست نہیں۔ مجرم کے بچ جانے سے زیادہ بری بات یہ ہے کہ کوئی بے قصور سزا پائے یہ بات خود رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمائی ہے اور نہ صرف اسلام بلکہ دنیا بھر کے مہذب قوانین میں جرم و سزا کے اس اصول کو تسلیم کیا گیا ہے۔

انتشار سے حفاظت:

قانون توہین رسالت ﷺ پر عمل درآمد اس لیے بھی ضروری ہے کہ اس سے انتشار و انارکی کم ہوتی ہے۔ کیوں کہ رسول اللہ ﷺ کے خلاف ایک مسلمان کوئی بات پسند نہیں کر سکتا۔ اس لیے اس کے قوانین پر عمل کرنا ضروری ہے تاکہ کوئی فرد خود اس کے خلاف عملی اقدام نہ اٹھالے۔ اسی طرح بغیر کسی بات کی تصدیق کے کوئی قدم اٹھانا یہ بات بھی قابل مذمت ہے۔ قرآن کے مطابق انسان جو بات بھی اپنی زبان سے نکالتا ہے تو ایک مستعد نگران (فرشتہ) اسے محفوظ کر لیتا ہے۔ حدیث میں جلد بازی کو شیطانی کام قرار دیا ہے جس میں فوراً کسی بات پر یقین

کرنا، فوری رد عمل ظاہر کرنا، فوری کارروائی، سوچ و بچار اور نتائج پر غور و فکر کے بجائے فوری جذباتی رد عمل بڑا خطرناک ثابت ہوتا ہے:

"[illegible]"[18]

اے ایمان والو! اگر تمہارے پاس کوئی فاسق خبر لے کے آئے تو اس کی تفتیش کر لیا کرو یہ نہ کہ لاعلمی میں کوئی نقصان ہو اور پھر جو کام کیا اس پر ندامت ہو۔

خود قانون ہاتھ میں لینا:

اسلامی تعلیمات کسی بھی زیادتی اور قانون شکنی کی صورت میں خود قانون کو ہاتھ میں لینے کی اجازت نہیں دیتیں کیونکہ ایسا عمل خود خلاف قانون ہے۔ اگر ہر شخص خود فیصلہ کرنے اور سزائیں دینے لگے تو معاشرتی امن تہ و بالا ہو جائے گا اور کئی بے گناہ اس کی بھینٹ چڑھ جائیں گے۔ قرآن مجید نے مقتول کے اولیاء کو یہ حق تو دیا ہے کہ وہ قاتل کے خلاف مقدمہ کا فریق بنے لیکن اسے یہ حق حاصل نہیں کہ وہ بطور خود قصاص کی کارروائی کرے۔ قصاص کی سزا بہر حال عدالت ہی کے ذریعہ نافذ ہو گی۔ اسلامی تعلیمات اس کی قطعاً اجازت نہیں دیتیں کہ کوئی شخص شریعت کے خلاف ہونے والے کسی عمل پر خود فیصلہ کرنے بیٹھ جائے اور ہتھیار اٹھا کر لوگوں کو قتل کرنا شروع کر دے۔ بخاری کی روایت میں ہے کہ:

''نبی کریم ﷺ سے ایک شخص نے دریافت کیا" یارسول اللہ ﷺ اگر کوئی شخص اپنی بیوی کے ساتھ کسی مرد کو عین بدکاری کی حالت میں دیکھے تو کیا وہ اسے قتل نہیں کرے گا؟ آنحضرت ﷺ نے اسے ایسی اجازت دینے سے انکار کر دیا اور قانون کا راستہ اختیار کرنے کی تلقین فرمائی''۔[19]

غصے اور اشتعال کی فضاء کو روکنا:

غصے اور اشتعال کی فضا میں کئے گئے اقدامات بالعموم متوازن اور درست نہیں ہوتے کیونکہ اس موقع پر آدمی کی قوت فیصلہ کم یا ختم ہو جاتی ہے۔ اشتعال انگیزی اور جذباتی نعرے اکثر بدامنی انتشار اور نقصان کا باعث بنتے ہیں اسی لیے

"رسول اللہ ﷺ نے فتح مکہ کے موقع پر مکہ میں داخل ہوتے وقت اس صحابی سے جھنڈا لے لیا جنہوں نے یہ نعرہ لگایا تھا کہ آج تو جنگ کا دن ہے آج تو کعبہ کی حرمت کا حکم بھی ختم ہو گیا۔ تو آپ ﷺ نے فرمایا آج تو رحمت کا دن ہے۔ اس اخلاقی کردار کے سامنے اور عام معافی کے اعلان سے پتھر دل موم اور خون کے پیاسے آپ کے دیوانے بن گئے"[20]۔

مذہبی جذبات وذاتی مفادات کو قابو کرنا:

بعض اوقات مذہبی جذبات، ذاتی مفادات اور نفسانی خواہشات کے زیر اثر ہوتے ہیں اور بعض دفعہ انہیں مذہب کا نام بھی دے دیا جاتا ہے حالانکہ جنگ وجہاد میں بھی اسلام مذہبی جذبات کو اعتدال میں رکھنے کی ہدایت کرتا ہے اور مجاہد کو بھی غیظ وغضب سے مغلوب نہ ہونے کی تلقین کرتا ہے اور جنگ کو بھی اخلاقی ضابطوں کا پابند بناتے ہوئے بچوں، بوڑھوں، مذہبی پیشواؤں اور جنگ سے گریز کرنے والوں کو نقصان پہنچانے سے منع کرتا ہے۔ پروفیسر ثریا بتول لکھتی ہیں:

"یہ اسی تربیت کا نتیجہ ہے، حضرت علی کافر کو بچھاڑنے کے بعد محض اس کے تھوکنے پر اسے قتل کرنے سے گریز کرتے ہیں تاکہ قتل کرنے میں نفس کی خواہش شامل نہ ہو جائے اور یہی اخلاقی کردار اس کے اسلام قبول کرنے کا باعث بنتا ہے۔ ضبط نفس کا یہ مقام حاصل ہو تو جہاد اور چمکتی ہوئی تلواریں بھی میدان دعوت بن جاتی ہیں کیونکہ اسلام انتہاء پسندی کا جواب اعتدال وتوازن سے، برائی کا اچھائی سے، نفرت کا محبت سے اور گالیوں کا دعاؤں سے، جوش وجذبات کا ہوش وخرد اور حکمت سے دینے کی تعلیم دیتا ہے اور جانی دشمن کے ساتھ بھی ناانصافی سے منع کرتا ہے"۔[21]

توہین رسالت ﷺ کی حوصلہ شکنی:

اس وقت نوجوان نسل کے ذہنی انتشار کا اصل سبب وہ تضادات ہیں جو ہماری سوسائٹی، ہمارے نظام تعلیم اور میڈیا کے پیدا کردہ ہیں۔ جو متوازن اور متکامل شخصیت کے بجائے کج روی کی تشکیل کا باعث بن رہے ہیں۔ ڈاکٹر سمیحہ راحیل قاضی لکھتی ہیں:

"جب تک یہ تضاد سوسائٹی اور بالخصوص نظام سے ختم نہ ہوگا نوجوان نسل تضادات، شکوک وشبہات، ابہامات کا شکار رہے گی۔ اس کے لیے ہمیں ایک ایسے نظام تعلیم وتربیت کی ضرورت ہے جو دین ودنیا کی جدائی کے سیکولر مغربی تصور کے بجائے وحدت علم کا اور محض عقل کے بجائے عقل ونقل کا جامع ہو، اخلاقی اقدار پر مبنی ہونے کے ساتھ ساتھ عصری تقاضوں اور ضروریات سے ہم آہنگ ہو۔ اس کے ساتھ ساتھ ایسے علمی فورمز کی تشکیل کی ضرورت ہے جہاں مختلف سوچ رکھنے والوں کے درمیان ڈائیلاگ مکالمہ کی فضا خوشگوار ماحول میں ہو، جہاں تنقید کی حوصلہ افزائی اور تنقیص وتوہین کی حوصلہ شکنی پر مبنی رویوں کو ترویج دیا جائے"۔[22]

خلاصہ

رسول اللہ ﷺ کی ذات مبارکہ کے بارے میں گستاخی ایک نافرمان ہی کر سکتا ہے۔ جب اس طرح کی حرکت کی جائے تو اس کے لیے کوئی نہ کوئی قانون ہونا ضروری ہے۔ اسی طرح دور حاضر میں بھی اس خدشہ

کے پیش نظر مختلف مسلم ممالک نے تحفظ ناموس رسالت ﷺ کے قوانین مرتب کیے ہیں۔ اسی طرح کسی کی زندگی کے بارے میں نامناسب گفتگو کرنا، انسانی حقوق کی خلاف ورزی ہے۔ اس لیے غیر مسلموں نے اس کے لیے قوانین مرتب کیے ہیں۔ جس سے وہ اپنے اپنے معاشرتی افراد کو تحفظ فراہم کرتے ہیں۔ اسی طرح پاکستان نے بھی تحفظ ناموس رسالت ﷺ کے لیے قوانین مرتب کیے ہیں۔ ان قوانین کو آئین پاکستان میں باقاعدہ شامل کیا گیا ہے۔ جن کے پیش نظر کوئی شخص بھی رسول اللہ ﷺ کی بارگاہ میں گستاخی نہیں کر سکتا، اور جو کوئی اس کا مرتکب ہو گا اسے قانون کے مطابق سزا دی جائے گی۔ جو کہ اسلامی اصولوں کے مطابق قتل ہے۔ آج کے دور میں مختلف ممالک گستاخی کے مرتکب ہوتے ہیں، جن کو روکنا اور قلع قمع کرنا مسلمانوں پر فرض ہے۔ اس لیے مرتب کردہ قوانین کو عملی طور پر لاگو کرنا ضروری ہے تاکہ اس طرح کی گستاخیاں کم ہوں اور رسول اللہ ﷺ کی ذات مبارکہ کے متعلق کسی کو نازیبا الفاظ کہنے کی جرأت نہ ہو۔

حوالہ جات

[1] ۔الانعام،۶:۱۰۸۔

[2] ۔سید از کیا ہاشمی، ڈاکٹر، توہین مذہب و رسالت اور سماجی رویے، س ۲۰۱۷۔

[3] ۔ناموس رسول اور قانون توہین رسالت، ص ۹۲۔

[4] ۔محمد متین خالد، ناموس رسالت ﷺ کے خلاف مغرب کی شر انگیزیاں، علم و عرفان پبلیشرز۔لاہور، س ۲۰۱۶ء، ص ۷۰۔

[5] ۔مصنف ابن ابی شیبہ، ج ۲، ص ۳۰، حدیث ۵۱۰۔

[6] ۔ثریا بتول علوی، پروفیسر، اسلام اور توہین رسالت، تنظیم پبلشرز۔کوئٹہ، س ۲۰۱۱ء، ص ۶۵۔

[7] ۔ناموس رسالت کے خلاف مغرب کی شر انگیزیاں، ص ۸۵۔

[8] ۔انسائیکلوپیڈیا آف بریٹانیکا، ج ۳، ص ۴۱۰۔

[9] ۔ام عبد منیب، تحفظ ناموس رسالت ﷺ اور ہم، مشربہ علم و حکمت۔لاہور، س ۲۰۱۴ء، ص ۹۸۔

[10] ۔انسائیکلوپیڈیا آف ریلیجین، دی ولڈ پبلشرز، س ن، ص ۲۱۰۔

[11] ۔مریم، ۶:۴۷۔

[12] ۔انسائیکلوپیڈیا آف برٹانیکا،

[13] ۔ایضاً۔

[14] ۔اسلام اور توہین رسالت، ص ۶۵۔

[15]۔ تحفظ ناموس رسالت ﷺ اور ہم، ص۹۹۔

[16]۔ صحیح مسلم، ج۴، ص۱۷۷۶، حدیث ۲۲۶۶۔

[17]۔ النساء، ۴:۹۶۔

[18]۔ الحجرات، ۴۹:۶۔

[19]۔ الجامع الصحیح، ج۲، ص۵۰، حدیث ۳۷۴۔

[20]۔ ایضاً۔

[21]۔ ثریا بتول علوی، پروفیسر، اسلام اور توہین رسالت، تنظیم پبلشرز۔ کوئٹہ، س۲۰۱۱ء، ص۶۵۔

[22]۔ سمیحہ راحیل قاضی، ڈاکٹر، قانون توہین رسالت، ص۱۷۔